پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ
صدر شعبہ علوم اسلامیہ
گورنمنٹ جناح اسلامیہ کالج ، سیالکوٹ

رسول اللہ ﷺ کا عطا کردہ نظم معاشرت

صحیفہ سیرت النبیؐ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کی مکمل کتاب ہونے کی حیثیت سے جہاں قرآن کو صحیفہ سیرت النبی ہونے کا اعزاز حاصل ہے ۔ وہاں پر ایمان والوں کے لیے منبع رشد و ہدایت اور سامانِ رحمت و بشارت ہو کر تمام تر ضروریات دین کی وضاحت و بیان بھی اسی کتاب مبارک کا عظیم کارنامہ ہے پھر ان ہر دو خصوصیات کی بنیاد پر قرآن زندگی کے لیے جو رستہ تجویز کرتا ہے وہ اس قدر سیدھا اور صاف صراط مستقیم ہے کہ جس میں کوئی کج پیچ نہیں اور جس پر چلنے والا اپنے رب کی جانب سے واضح نصب العین پر فائز ہو کر یقین کامل کے ساتھ کامیابی کی منزل کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے ۔

حکمت کے خزانے ۔

اور اس لیے بھی کہ قرآن نے دستورِ زندگی اور نظم معاشرت کے بارے میں جو ضابطے انسانوں کو عطا کئے ہیں وہ سراسر حکمت کے عناصر پر مشتمل ہیں اور پختہ حقائق اور ٹھوس دلائل پر مبنی ہونے کی بنا پر فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں ۔ اس لیے سورہ بنی اسرائیل میں جس مقام پر انسان کے لیے معاشرتی ضابطوں کی تفصیل بیان فرمائی وہاں ان کے آخر میں اعلان کیا کہ ۔

ذالک مما او حیٰ الیک ربک من الحکمۃ[1]

یہ سب باتیں ہیں جو تمہارے رب نے حکمت کے خزانوں میں سے تمہاری جانب وحی فرمائی ہیں جب کہ آغازِ بیان میں فرمایا کہ ۔

ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم ویبشر المومنین
الذین یعملون الصلحت ان لھم اجراً کبیراً

بے شک یہ قرآن اس راستے کی راہنمائی کر رہا ہے جو بالکل سیدھا ہے
اور ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں اس بات کی بشارت دیتا ہے
کہ اُن کے لیے اللہ کے ہاں بڑا اجر و ثواب ہے ۔

زندگی کا قرینہ :

اس بناء پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراطِ مستقیم کی نشاندہی کرتے ہوئے معاشرتی آداب کی صورت میں زندگی کا جو قرینہ مختص فرمایا ہے اُس کی تکمیل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اسلامی عقائد میں سے اصول ثلاثہ کو ایک مسلمان کے ذہن و فکر کی بنیاد قرار نہیں دیا جاتا اور توحید و رسالت اور آخرت کی ایمانیاتی مثلث مسلمانوں کے جملہ معاشرتی ضابطوں کی روح اور جان نہیں بن جاتی ۔ جیسا کہ فرمایا کہ

وما ذا علیھم لو امنوا باللہ والیوم الآخر

اُن پر کیا مشکل ہے اگر وہ اللہ اس کے رسول اور آخرت پر ایمان لے آئیں ۔

عمل صحیح کی بنیاد :

اس بنا پر اسلامی زندگی کے ہر زاویہ میں فکر صحیح کو عمل صحیح کی جڑ اور بنیاد خیال کیا جاتا ہے ۔ نیز مخلوقات کے ساتھ حسنِ معاملہ اور حسنِ معاشرت کے سارے سلسلے سر تا سر مبدأ و معاد کے بارے میں ستھرے اور صاف عقیدے پر ہی منحصر ہیں جس کے لیے نیت اور ارادے کا خالص ہونا از بس ضروری ہے اس لیے حضور؂ نے فرمایا کہ ۔

انما الاعمال بالنیات وانما لا مرئی مانوی[۳]

دراصل تمام عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص وہی کچھ پائے گا جس کی اس نے نیت کی ۔

خلوص نیت اور ارادہ خیر :

یہی وجہ ہے کہ اسلام ایک انسان کو معاشرے میں ایسا ماحول مہیا کرنے

اہتمام کرتا ہے جس میں خلوصِ نیت اور ارادۂ خیر کے حصول کی تربیت ہو ایسے گرد و پیش میں جب وہ اپنی آزادانہ رائے کو خیر کے انتخاب کے لیے استعمال کرنے کی مسلسل اور بار بار مشق کرتا ہے تو پھر یہ عادت اس کی طبیعت میں راسخ ہو جاتی ہے اور یوں فطرت ثانیہ بن جاتی ہے کہ بالآخر اپنے رب کے فضل و کرم سے وہ شر کے انتخاب کا اہل ہی نہیں رہتا اور تعلیم و تربیت سے اللہ کا محبوب بندہ اور مردِ صالح بن جاتا ہے -

کانٹ کی رائے :

مشہور فلسفی Kant کی زبان میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی Good Will (یعنی ارادۂ خیر) Holy Will (یعنی ارادۂ طیبہ) میں بدل جاتی ہے -

قرآن حکیم نے مردِ صالح کی اس حالت کو اللہ کے رنگ میں رنگے جانے سے تعبیر فرمایا ہے - جب کہ نیکی رنگ کی طرح اس کے رگ و ریشہ میں رچ بس جاتی ہے چنانچہ فرمایا کہ :

صبغة الله ومن احسن من الله صبغة و نحن له عابدون[۵]

اللہ نے رنگ دیا ہے اور اللہ کے علاوہ کون ہے جس کا رنگ دینا اللہ سے خوب تر ہو - اور ہم تو اسی کی بندگی میں ہیں -

حدیث قدسی :

ایک حدیث قدسی میں رب تعالیٰ اپنے نیکو کار بندے کی اس طبیعت راسخہ کو اس طرح بیان فرماتے ہیں ارشاد ہے -

وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احببته فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها وان سألنی لأعطینهٔ ولئن استعاذنی لا عیذنه[۶]

میرا بندہ میری خوشنودی کے کاموں کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اُس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اُسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ چاہتا ہے تو میں اُسے پناہ دیتا ہوں

مومن کا مقام خاص :

حضرت علامہ اقبال نے بندۂ مومن کی اس سرفرازی کا یوں ذکر فرمایا ہے کہ یہ وہ مقام خاص ہے جہاں پر

"خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے"

سب سے زیادہ جامع آیت :

اس فلسفہ اور فکر کے تحت اسلامی نظم معاشرت کے دستور العمل کی وضاحت کی خاطر قرآن پاک میں سب سے زیادہ جامع آیت کا نزول ہوا اور فرمایا کہ۔

ان اللہ یأمر بالعدل و الاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون

بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور اہلِ قرابت کو دینے کا حکم دیتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اور تم کو نصیحت کرتے ہیں تا کہ تم نصیحت قبول کرو

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ سورہ نحل کی یہ آیت قرآن کی جامع ترین آیت ہے[۸] اس میں پوری اسلامی تعلیمات کو چند الفاظ میں سمو دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین کے عہد سے آج تک سب کا یہ معمول رہا ہے کہ جمعہ

عیدین کے خطبوں کے آخر میں یہ آیت تلاوت کی جاتی ہے ۔

ولید بن مغیرہ کا تاثر :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس آیت کی تلاوت سننے کے بعد ولید بن مغیرہ کا تاثر جو اس نے اپنی قوم سے بیان کیا تھا کہ ۔

واللہ ان لہ لحلاوۃ و ان علیہ لطلاوۃ و ان اصلہ لمورق و اعلاہ لمثمر و ماھو بقول بشر

خدا کی قسم اس میں ایک خاص حلاوت ہے اور اس کے اوپر ایک خاص رونق اور نور ہے اس کی جڑ سے شاخیں اور پتے نکلنے والے ہیں اور شاخوں پر پھل لگنے والا ہے اور یہ کسی انسان کا کلام ہرگز نہیں ہے ۔

نظم معاشرت کی ترتیب :

اس آیت میں باری تعالٰی نے اسلامی نظم معاشرت کی ترتیب و تجسیم کی خاطر مامورات اور منہیات کا ایک جامع دستوری ڈھانچہ مختص فرما دیا جو اپنی جگہ مثبت اور منفی کے حسین امتزاج پر مشتمل ہے اور جس میں معاشرے کے ہر فرد کی رہنمائی کے لیے تمام اشیائے حسنہ و قبیحہ کی تشریح فرمائی گئی ہے ۔ تاکہ انسان مامورات کو اختیار کرے اور منہیات سے بچنے اور اجتناب کرنے کی فکر کرے ۔

چہرہ اطہر پر غازہ مبارکہ :

اس جامعیت کے پیش نظر آیت گرامی قدر کے چہرہ اطہر کو تبیانا لکل شئی کے غازہ مبارک سے سجا کر اعلان فرمایا کہ اس دین کی تمام باتیں وضاحت سے بیان کی جا رہی ہیں کیونکہ یہ کتاب مسلمانوں کے واسطے ہدایت و رحمت کا سامان ہے ۔ اور اس میں فرماں برداروں کو کامیابی کی خوشخبری دی جا رہی ہے ۔

تین باتوں کا حکم :

چنانچہ آیت زیرِ نظر میں عدل احسان اور ایتاء ذی القربٰی کی صورت میں تین

باتوں کا حکم دیا کیونکہ اسلامی زندگی میں حسنِ معاملہ اور حسن معاشرت کا سارا دارومدار ان تینوں پر ہے پھر یأمر کے لفظ سے حکم خداوندی کی ضرورت و اہمیت وضاحت فرمائی تا کہ معلوم ہو کہ یہ تینوں باتیں اسلامی نظم معاشرت کے لیے محض اختیاری اور انتخابی نہیں ہیں بلکہ ان کا حصول ہر فرد کے لیے لازمی اور لابدی ہے۔

عدل کے معنی و مفہوم :

عدل کے لغوی معنی برابری کرنے کے ہیں لیکن اصطلاحی معنی اور مفہوم کو سمجھنے کے لیے عدل کی مندرجہ ذیل صورتوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

١۔ خود اپنے نفس کے ساتھ عدل کرنا۔

٢۔ اپنے نفس اور اپنے رب کے درمیان حقوق اللہ میں عدل کرنا۔

٣۔ اپنے نفس اور تمام مخلوقات کے درمیان حقوق العباد میں عدل کرنا۔

٤۔ دو فریقوں کے درمیان فیصلہ کرتے وقت عدل کرنا۔

٥۔ ذاتی ، معاشرتی ، معاشی اور سیاسی معاملات میں افراط و تفریط سے بچ کر میانہ روی اور اعتدال سے کام لینا۔

ان تمام صورتوں میں لازم ہوگا کہ ایک انسان نہ صرف جسمانی اور روحانی طور پر افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال پر قائم رہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حق کو اپنے حظِ نفس اس کی رضا جوئی کو اپنی خواہشات کی تکمیل پر مقدم جانے اور تمام مخلوقات کے ساتھ خیرخواہی اور ہمدردی کا معاملہ کرے۔ نیز کسی کے ساتھ بھی ظلم و زیادتی اور خیانت کئے بغیر ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لے اور اگر کبھی دو فریق اپنے کسی معاملہ کو محاکمہ کے لیے آس کے روبرو پیش کریں تو فیصلہ میں کسی کی طرف ناروا میلان کئے بغیر حق و انصاف کی بنیاد پر فیصلہ کرے۔

عدل میں اعتدال :

امام عبداللہ رازی کے نزدیک لفظ عدل میں عقیدہ کا اعتدال ، عمل کا اعتدال ،

اخلاق کا اعتدال سب شامل ہیں[۹] ۔ اس وضاحت کے پیش ِ اس آیت کا لفظ ِ عدل اپنے مفہوم کے اعتبار سے اس قدر وسیع اور جامع ہے کہ اس میں معاشرتی سطح پر ایک انسان کے لئے تمام اعمال و اخلاق ِ حسنہ کی پاسداری کرنے اور بُرے اعمال و اخلاق سے بچنے کے معنٰی پوری طرح شامل ہو گئے ہیں ۔

احسان کے معنٰی و مفہوم :

احسان ، لغت میں اچھا کرنے ، خوبصورت بنانے اور بھلائی کرنے کو کہتے ہیں ۔ اصطلاحی طور پر کسی فعل عمل خُلق عادت یا کام کو اس طرح خوبصورتی اور اچھائی کے ساتھ مکمل کرنا کہ اس میں کوئی بھی نقص یا خامی نہ رہنے پائے ، احسان کہلاتا ہے ۔

حدیث جبرئیل میں احسان کے معنٰی :

حدیث جبرئیل میں خود نبی ؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کے جو معنٰی بیان فرمائے ہیں وہ عبادت کا احسان ہے جیسا کہ فرمایا کہ

ان تعبد اللہ کانک تراہ و ان لم تکن تراہ فانہ یراک ۔

تُو اللہ کی عبادت کرے گویا کہ تُو اُسے دیکھ رہا ہے اور اگر ایسا نہیں تو اتنا تو ہو کہ تو یقین کرے کہ تیرا رب تجھے دیکھ رہا ہے ۔[۱۰]

مخلوقات کے ساتھ حسن سلوک :

غرضیکہ آیت زیر نظر میں احسان سے مراد عبادت کا احسان بھی ہے اور اس کے علاوہ تمام اعمال و اخلاق عادات و اطوار اور انسانی آداب و خصائل کا احسان بھی جس کے تحت ان سب چیزوں کو سنوارنا اور بنانا غرضیکہ تمام مخلوقات کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور بھلائی کے ساتھ پیش آنا احسان کے مفہوم میں داخل ہے ۔

امام قرطبی نے فرمایا :

امام قرطبی نے فرمایا کہ جس شخص کے گھر میں اُس کی بلی کو اپنی مطلوبہ

خوراک اور ضروریات نہ ملیں اور جس کے ہاں پنجرے میں بند پرندوں کی پوری خبرگیری نہ ہو وہ کتنی ہی عبادت کیوں نہ کرے محسنین میں شمار نہیں ہوگا" -

عدل اور احسان میں فرق :

عدل تو یہ ہے کہ کسی کو اس کا حق پورا پورا ادا کیا جائے جس میں کوئی کمی زیادتی نہ ہو جبکہ احسان یہ ہے کہ دوسرے کو اس کے اصل حق سے زیادہ دیا جائے اور خود اپنے حق میں کمی کو بخوشی قبول کر لیا جائے - پھر اگر دوسرا کوئی نقصان بھی پہنچائے تو برابر کا انتقام لینے کی بجائے اسے معاف کر دینا یا برائی کا بدلہ بھلائی سے دینا احسان کہلائے گا - اس طرح عدل کرنا فرض اور واجب ہوگا اور احسان نفلی اور مستحب -

مامورات ثلاثہ میں تیسرا حکم :

مامورات ثلاثہ میں تیسرا حکم ایتاء - ذی القربیٰ کا ہے ایتاء کے معنی کوئی چیز دینے کے ہیں اور قربیٰ سے قرابت داری اور رشتہ داری مراد ہے - ذی القربیٰ کے معنی قریبی رشتہ دار ذی رحم عزیز کے ہیں - اس طرح ایتاء ذی القربیٰ کے معنی ہوئے قریبی رشتہ دار کو کچھ دینا - ایک اور مقام پر قرآن نے الاقرب فالاقرب کے پیمانے کے تحت ذی القربیٰ کی مکمل فہرست مرتب فرماتے ہوئے ایتاء کو احسان سے تعبیر فرمایا - اور قرابت داروں اور عزیزوں کے ساتھ حسن کاری کی تلقین فرمائی - ارشاد ربانی ہے :

> و اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا و بالوالدین احسانا و بذی القربیٰ و المسٰکین و الجار ذی القربیٰ و الجار الجنب و الصاحب بالجنب و ابن السبیل و ما ملکت ایمانکم -

> اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور دوسرے اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غریب غرباء کے ساتھ بھی اور

پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور راہ گیر مسافر کے ساتھ بھی اور اُن کے ساتھ بھی جو شرعاً تمہارے مالکانہ قبضہ میں ہیں۔

باضابطہ درجہ بندی :

اس طرح گروہی عصبیت اور منافرت کو ابھار کر معاشرے کی طبقاتی تقسیم کرنے کی بجائے قرآن نے افراد کو ایک حسین اور باضابطہ درجہ بندی کے تحت اسلامی نظم معاشرت میں اس طرح منسلک فرما دیا کہ ہر فرد دوسرے کے لئے کارآمد اور کار آفرین بن کر مددگار اور معاون ثابت ہو سکے۔ لیکن اس درجہ بندی کے بیان سے پہلے اللہ کی بندگی اور اُس کی توحیدِ خالص کا اعلان اس لئے فرمایا کہ نظمِ معاشرت کی ترتیب و نسق صرف تقویٰ اور خوفِ خدا پر منحصر ہے۔ ورنہ جس شخص کو اپنے مالک کا خوف اور اُس کے حقوق کا لحاظ نہ ہوگا تو اُس سے دنیا میں کسی کے حقوق کے اہتمام کی کیا امید رکھی جا سکتی ہے۔ لہٰذا آیت بالا میں قرابت کو ذیل کے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پھر ہر حصے میں اُس سے متعلقہ افراد کی فہرست درج ہے۔

۱۔ قرابتِ رشتہ ۲۔ قرابتِ مکانی ۳۔ معاشرتی قرابت

ذی القربیٰ کے اجمال کی تفصیل :

آیت بالا میں ذی القربیٰ کے اجمال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے قرآن پاک نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اُس کی توحید خالص کی تلقین کرنے کے بعد سب سے پہلے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور اُن کے حقوق کی پاسداری کرنے کا حکم دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بعد انسان پر سب سے زیادہ احسانات اُس کے ہی ہوتے ہیں جو پیدائش سے لے کر جوانی تک اپنی اولاد کی پرورش کرتے اور اُن کے وجود اور نشو و نما کے ضامن ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے دوسرے مقامات پر بھی والدین کے حقوق کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کے ساتھ متصل کیا ہے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا کہ

و قضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احساناً اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلاتقل لھما آف ولا تنھرھما و قل لھما قولا کریما ۔ و اخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ و قل رب ارحمھما کما ربیانی صغیراً[۱۲] ۔

اور تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ آس کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو اگر وہ تیرے پاس ہوں اور آن میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں اور آن کو کبھی ہُوں بھی مت کہنا اور نہ ہی آن کو جھڑکنا اور آن سے خوب ادب سے بات کرنا اور آن کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ میرے پروردگار ان دونوں پر رحم فرمائیے جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں پالا پرورش کیا ہے ۔

والدین کا ادب و احترام :

اس آیت میں حق تعالیٰ نے والدین کے ادب و احترام اور آن کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر واجب فرمایا بلکہ ایک جگہ والدین کا شکریہ ادا کرنے کو اپنے شکر کے ساتھ لازم قرار دیا اور فرمایا کہ

ان اشکر لی ولوالدیک[۱۳]

میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی ۔

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کے شکر کے بعد والدین کا شکریہ بھی لازم ہے ۔ اسی لئے جب ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر ادا کرنا ۔ آس نے پھر دریافت فرمایا کہ آس کے بعد کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے تو

آپؐ نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک[۱۴]۔

وہ دونوں تیری جنت ہیں :

ایک اور موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی رضا والدین کی رضا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی والدین کی ناراضی میں ہے[۱۵]۔ اسی طرح ایک شخص نے جب سوال کیا کہ اولاد پر والدین کا کیا حق ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دونوں تیری جنت ہیں یا دوزخ ہیں[۱۶]۔ نیز فرمایا کہ جو خدمت گذار بیٹا اپنے والدین کو عزت و احترام اور محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اسے ہر نظر کے بدلے میں ایک حج مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اگر وہ دن میں سو مرتبہ اس طرح نظر کرے تو فرمایا کہ ہاں سو مرتبہ بھی ہر نظر پر یہی ثواب ملتا رہے گا[۱۷]۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں لیکن جو شخص والدین کی نافرمانی اور دل آزاری کرے اس کو آخرت سے پہلے دنیا ہی میں طرح طرح کی آفتوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے[۱۸]۔

الاقرب فالاقرب کا معیار خالص :

قرابت رشتہ کے باب میں والدین کے بعد میاں بیوی ، اولاد ، بھائی بہن اور دیگر ذوی الارحام کا درجہ ہے جس کے لئے الاقرب فالاقرب کے معیار خالص کے مطابق ہر ایک کا حق دوسرے پر فائق ہے اور جس کی پاسداری کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ

> من احب ان یبسط لہ ، فی رزقہ و ینسا لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ[۱۹]۔

> جس کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی آئے اور اس کی عمر دراز ہو تو اسے چاہیے کہ رشتہ کو ملائے اور صلہ رحمی کرے[۲۰]۔

ابوہریرہؓ کی روایت :

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

خلق اللہ الخلق فلما فرغ منہ قامت الرحم فاخذت بحقوی الرحمن فقال مہ قالت ھذا مکان العائذبک من القطیعہ الا ترضین ان اصل من و صلک واقطع من قطعک قالت بلٰی یا رب قال فذاک[۲۱] ۔

اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور جب اُس سے فارغ ہوا تو قرابت رشتہ کھڑی ہوگئی اور اُس نے رحمٰن کا پہلو تھام لیا تو رحمٰن نے پوچھا کیا ہے جس پر قرابت بولی کہ یہ تیرے سامنے قطع رحمی سے بچنے والے کی پناہ گاہ ہے ۔ اس پر رحمان نے فرمایا کہ کیا تو نہیں چاہتی کہ جو تجھے جوڑے میں اُسے جوڑے رکھوں اور جو تجھے کاٹے میں اُسے کاٹ دوں تو قرابت نے جواب دیا کہ ہاں میرے رب اس پر اعلان ہوا کہ ہاں تجھ سے یہی عہد ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ ذی القربٰی کے حقوق کا لحاظ نہ رکھنے والا نہ صرف اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے ۔ بلکہ اُس کا جنت میں داخل ہونا بھی خارج از امکان ہے ۔ جیسا کہ فرمایا کہ

لا تنزل الرحمۃ علٰی قوم فیہ قاطع رحم ۔

اُس قوم پر اللہ کی رحمت نہیں اُترے گی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا موجود ہو ۔

الجار ذی القربٰی و الجار الجنب :

ذوی الارحام کے بعد ذی القربٰی کی فہرست میں وہ لوگ آتے ہیں جو عارضی یا مستقل طور پر کسی کے قریب ہوں جن کے بارے میں فرمایا کہ الجار ذی القربٰی و الجار الجنب و الصاحب بالجنب رشتہ دار پڑوسی غیر پڑوسی

اور پاس بیٹھنے والا ساتھی یا رفیق کار ان کے ساتھ بھی قرآن کے نزدیک حسن معاملہ کرنا اور نیک سلوک سے کام لینا انتہائی ضروری ہے ۔ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ پڑوسی خواہ قریب ہو یا بعید رشتہ دار ہو یا غیر مسلم ہو ۔ بہرحال اس کا حق ہے کہ اس کی معاونت کی جائے اور اس کا لحاظ رکھا جائے ۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد :

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو یوں واضح فرمایا کہ

الجیران ثلاثۃ جار لہ' حق واحد و ھو ادنی الجیران حقاً و جار لہ' حقان و جارلہ ثلاثۃ حقوق و ھو افضل الجیران حقاً و اما الجار الذی لہ' حق واحد فجار مشرک لارحم لہ' لہ' حق الجوار و اما الجار الذی لہ' حقان فجار مسلم لہ' حق الاسلام و حق الجوار و اما الذی لہ' ثلاثۃ حقوق فجار مسلم ذو رحم لہ' حق الجوار و حق الاسلام وحق الرحم[۲۲] ۔

پڑوسی تین ہیں بعض پڑوسی وہ ہیں جن کا صرف ایک حق ہے ۔ بعض وہ ہیں جن کے دو حق ہیں اور بعض وہ ہیں جن کے تین حق ہیں ۔ ایک حق والا پڑوسی وہ ہے جو غیر مسلم ہے جس سے کوئی رشتہ داری بھی نہیں ۔ دو حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ مسلمان بھی ہے ۔ تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہے مسلمان بھی ہے اور رشتہ دار بھی ۔

اس لحاظ سے پڑوسی کا حق اس قدر زیادہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نے فرمایا کہ

ما زال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ ۔
جبریل امین مجھے پڑوسی کے بارے میں تلقین کرتے رہے ۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ پڑوسی کو بھی وراثت میں شریک کر دیا جائے گا ۔

پھر پڑوسی کی طرح اس شخص کا بھی حق ہے جو رفیقِ سفر ہے - کسی عام مجلس میں تھوڑی دیر کے لئے آپ کے برابر بیٹھا ہے چاہے اپنا ہے یا پرایا مسلمان ہے یا غیر مسلم اس کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کی ہدایت فرمائی گئی ، جس کا سب سے کمتر درجہ یہ ہے کہ آپ کے قول و فعل سے اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے ، اسی طرح صاحب بالجنب کے معنٰی میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو کاروبار پیشہ یا کسی دفتر میں باہم رفقائے کار ہیں -

حسن کاری کا مظاہرہ :

اسلامی نظم معاشرت کے مندرجہ بالا درجات کے بعد معاشرتی سطح پر دیگر جن طبقات کے ساتھ احسان و اکرام کا حکم دیا گیا ہے - ان میں یتیم ، مسکین ، بیمار ، کمزور ، بوڑھے ، مسافر ، دوست احباب ، مہمان ، مزدور ، مملوکہ جانور اور حیوانات سب شامل ہیں اور حسن سلوک اور حسن معاملہ کے بجا طور پر مستحق اسلامی معاشرہ کے ہر فرد کے لیے لازم ہے کہ سب سے حسن کاری کا مظاہرہ کرے اور کسی کے ساتھ بھی ظلم ، زیادتی یا بد سلوکی کا مرتکب نہ ہو -

غلامی کی لعنت کا خاتمہ :

یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد شہری تو درکنار ایک مملوک غلام کے ساتھ بھی خوش خلقی اور روا داری کے ساتھ پیش آنے کی تلقین فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب کا وہ معاشرہ جس کا ہر ایک فرد کسی نہ کسی طرح دوسرے کا غلام تھا اس میں سے بالآخر غلامی کی لعنت کا یکسر خاتمہ ہو گیا - ما ملکت ایمانھم کے ضمن میں نہ صرف غلام ، نوکر چاکر اور ملازم ہی آتے ہیں بلکہ تمام مملوکہ مویشی جانور بھی اس فہرست میں شامل ہیں - جن کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی گئی ہے چنانچہ فرمایا :

للمملوک طعامہ و شرابہ و کسوتہ ولا یکلف الا مایطیق فان کلفتموھم فاعینوھم ولاتعذبوا عباد اللہ امثالکم[۲۴]۔

تمہارے غلاموں کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں کھانا پانی دو ، کپڑے پہناؤ اور ان پر کاموں کا اتنا ہی بوجھ ڈالو جتنا وہ برداشت کر سکیں ، اگر سخت اور بھاری کام ان سے لو تو ان کی مدد کرو ، اللہ کے بندوں کو سخت کام لے کر عذاب اور تکلیف میں نہ ڈالو جو تمہاری طرح اللہ کی مخلوق ہیں ۔

حضور ﷺ کے جواہر پارے :

حقیقت یہ ہے کہ نظم معاشرت کی تزئین و آرایش اور آدابِ زندگی کی تکمیل کے لئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ جواہر پاروں سے کتب حدیث خوب بھری پڑی ہیں ۔ حسنِ معاشرت کا کوئی بھی پہلو ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وعلہ وسلم نے رہنمائی نہ فرمائی ہو اور معاشرت میں خلل انداز ہونے والی باتوں سے نہ روکا ہو ۔ یہی وجہ ہے کہ افراط تفریط سے ہٹ کر توسط و اعتدال پر مبنی بہترین معاشرتی دستور جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے آج دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے ۔

منہیات ثلاثہ اور اُن کا مفہوم ۔

اسلامی نظم معاشرت کی ترتیب و نسق کے لیے جہاں پر قرآن نے ماموورات کی صورت میں عدل و احسان اور ایتاء ذی القربیٰ کی مثلث کو اسلامی معاشرتی ضابطے میں شامل فرمایا وہاں پر فحشاء منکر اور بغی کی منہیات ثلاثہ سے باز رہنے کو بھی دستور معاشرت کا جز قرار دیا ۔

فحشاء سے مراد ایسی کھلی برائی ہے جس کا برائی ہونا کسی سے ڈھکا چھپا نہ ہو بلکہ بغیر کسی شک و شبے کے ہر کوئی اسے برائی خیال کرتا ہو ۔ اور منکر معروف کی ضد ہے اور معروف ان اچھی باتوں کو کہتے ہیں جن کا ہر اچھے معاشرے میں فیشن ہو ۔ جیسے مہانداری اور مسافر نوازی اور اس قبیل کی دوسری نیکیاں ۔ اس لحاظ سے معروف کی ضد ہونے سے مراد وہ باتیں جو عقل و شعور اور عرف عام کے طریقوں

اور آداب کے خلاف ہوں - جبکہ بغی کے معنی حد سے بڑھنے اور تجاوز کرنے کے ہیں اور اس سے مراد وہ ظلم و تعدی ہے جس کے تحت آدمی اپنی قوت طاقت اور زور و اثر سے ناجائز فائدہ اٹھا کر دوسروں کو دبانے کی کوشش کرے -

اگرچہ یہ تینوں اصطلاحیں ہم معنی ہونے پر منکرات ہی ہیں لیکن فحشاء انتہائی کھلی برائی اور شناعت کا نام ہے جب کہ بغی متعدی برائی اور ظلم کو کہتے ہیں جو ایک بڑا خطرناک اور سنگین فعل ہے - یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کی بھیانک صورت کا تذکرہ یوں فرمایا کہ :

الظلم ظلمات یوم القیامة[25] -

ظلم قیامت کے دن تہہ در تہہ تاریکیوں اور اندھیروں کی صورت میں آئے گا -

منہیات ثلاثہ کی سنگین نوعیت -

پھر ان معانی و مطالب کے ساتھ ینہٰی کا لفظ استعمال کر کے منہیات ثلاثہ کی سنگین نوعیت سے خبردار کیا تا کہ مالک کی منشاء کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھانا معاشرے کے افراد کے لیے سنگین جرم ہو -

اس بنا پر اسلامی نظم معاشرت کا دستور یہ ہے کہ اس کا فرد تمام صغائر و کبائر سے بچتا رہے اور زندگی ہر شعبہ کو گناہ کی آلایش سے پاک کر کے دم لے - اس کے لیے نہ صرف قتل ناحق بدکاری جھوٹ اسراف و تبذیر جیسے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنا مشکل ہو بلکہ بد عہدی بد دیانتی اور لالچ جیسے گناہ بھی اس کے لیے محال ہو کر رہ جائیں -

معاشرتی رزائل ثلاثہ -

قرآن پاک کے نزدیک حقوق العباد میں کوتاہی کرنے والے اور دستور نظم معاشرت کی قانون شکنی کرنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو تکبر بخل اور ریا کے معاشرتی

رذائل ثلاثہ میں مبتلا ہو کر خدا اُس کے رسول اور آخرت کو یکسر فراموش کر دیتے ہیں ۔ اور جن کا سینہ ایمان و یقین سے معمور ہونے کی بجائے کفر و انکار اور فسق و فجور کے گندے خیالات سے بھر جاتا ہے ۔ انہی کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے کہ ۔

ان الله لا يحب من كان مختالاً فخوراً الذين يبخلون ويأمرون الناس بالبخل ويكتمون ما اتاهم الله من فضله واعتدنا للكفرين عذاباً مهيناً والذين ينفقون اموالهم رئا الناس ولا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر[٢٦]

بے شک اللہ ایسے لوگوں سے محبت نہیں رکھتا جو دل میں اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں اور زبان سے شیخی کی باتیں کرتے ہیں ۔ جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کرنے کی تعلیم دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دے رکھا ہے اُسے چھپاتے ہیں اس لیے ہم نے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے ۔ اور وہ لوگ جو اپنے مال صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے ۔

متکبر بخیل اور ریا کار کا انجام ۔

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ حقوق العباد میں کوتاہی کی تین بنیادی وجوہات ہیں ۔ جو تینوں انسان کو اس بات پر مجبور کرتی ہیں کہ اللہ کے بندوں کے حقوق غصب کیے جائیں اور معاشرے کے افراد کو ظلم و زیادتی کا نشانہ بنایا جائے اور وہ یہ ہیں ۔ تکبر و غرور بخل و امساک اور ریا کاری ، یہ ایک نمایاں حقیقت ہے کہ اپنے آپ کو نا حق بڑا جاننے والے متکبر اپنے مالوں کو بخل سے خرچ کرنے والے بخیل اور صرف نام و نمود اور دکھاوے کی خاطر مال خرچ کرنے والے ریا کار اپنے انجام بد کی وجہ سے دراصل اللہ کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں اس لیے کہ وہ صحیح معنوں میں مومن نہیں ہوتے اور اللہ اور آخرت کے دن پر ہرگز ایمان نہیں رکھتے ۔

اس بنا پر قرآن و سنت میں تکبر بخل اور ریاء کی شدید مذمت کی گئی ہے کیونکہ یہ تین بری خصلتیں انسان کو بالآخر تباہ و برباد کر دیتی ہیں ۔

سورۃ النحل کی آیت عظیم ۔

چنانچہ سورہ النحل کی آیت عظیم میں قرآن نے نظم معاشرت کا جو دستور اساسی مثبت اور منفی حوالے سے انسانوں کے لیے مختص فرمایا ہے وہ اپنی جگہ اتنا جامع اور اس قدر وسیع ہے کہ عملی زندگی میں اسے نافذ کرنے کے بعد ہم بے شمار معاشرتی برائیوں اور لاتعداد سماجی عقوبتوں سے نجات حاصل کر سکتے ہے ۔ کیونکہ اس میں ماموارت اور منہیات کی صورت میں تمام تر اشیائے حسنہ قبیحہ کی مکمل طور پر نشاندہی کر کے انسانیت کے لیے صلاح و فلاح کا سرمایۂ جاودانی مہیا کیا گیا ہے ۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

مصادر و مراجع

۱- بنی اسرائیل ۳۹ ۔

۲- بنی اسرائیل ۹ ۔

۳- النساء ۳۹ ۔

۴- صحیح بخاری و مسلم ۔

۵- البقرہ ۱۳۸ ۔

۶- صحیح بخاری ۔

۷- النحل ۹۰ ۔

۸- ابن کثیر ۔

۹- بحر محیط ۔

۱۰- صحیح مسلم ۔

۱۱- قرطبی ۔

۱۲- بنی اسرائیل ۲۳ ، ۲۴ ۔

۱۳- لقمان ۱۴ -
۱۴- صحیح بخاری -
۱۵- ترمذی -
۱۶- ابن ماجہ -
۱۷- بیہقی شعب الایمان -
۱۸- بیہقی -
۱۹- صحیح بخاری و مسلم -
۲۰- صحیح بخاری و مسلم -
۲۱- صحیح بخاری و مسلم -
۲۲- ابن کثیر -
۲۳- صحیح بخاری و مسلم -
۲۴- صحیح بخاری -
۲۵- صحیح بخاری و مسلم -
۲۶- النساء ۳۶ تا ۳۸ -